بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین علیہ السلام

’’آج سے ٹھیک ۱۳ سو اڑسٹھ سال قبل نواسۂ رسولؐ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے لق ودق صحرا میں اپنی اور اپنے جگر پاروں، اعزہ واصحاب کی قربانیاں پیش کر کے حق وصداقت کے علم کو رہتی دنیا تک سربلند وقائم کر دیا۔ کون جانتا تھا کہ یہ آواز جو سید الشہداؑء نے بلند کی تھی صدا بصحرا ہوکر رہ جائے گی یا دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائے گی۔

کربلا کی عظیم قربانی نے یہ ثابت کر دیا کہ شہدائے راہِ خدا کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔

آج حسینؑ مظلوم کا نام علمبردارِ آزادی وحریت اور حق وصداقت کی حیثیت سے دنیا کے ہر انسان کی زبان پر ہے۔ نہ صرف اپنے ہی انھیں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں بلکہ بیگانے بھی ان کے کارہائے نمایاں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

امام حسین علیہ السلام نے ہمیں بتایا کہ مسلمان کا سر کٹ سکتا ہے، عزیز واقارب ذبح کئے جاسکتے ہیں ان کی لاشیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوسکتی ہیں ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر سوار کر کے جلوس کی شکل میں شہر بشہر پھرائے جاسکتے ہیں، عصمت سراؤں میں بسنے والی بی بیاں قیدی بنا کر بے مقنع وچادر بازاروں اور درباروں میں پھرائی جاسکتی ہیں یہ سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن اس کا سر غیر خدا کے آگے نہیں جھک سکتا، باطل کی تمام تر قوتیں مجتمع ہوکر بھی مردِ مومن کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کر سکتیں ؎

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست　　　پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

علامہ اقبالؔ مرحوم

کربلا کی سرزمین کا ذرہ ذرہ زبانِ حال سے شہیدوں کی دل خراش داستانیں سنا رہا ہے آج ہر حق پسند انسان کربلا کی طرف نگاہ کر کے بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ؎

اے چراغ دودمانِ مصطفےؐ کی خوابگاہ　　　تیری جانب اٹھ رہی ہے اب بھی یزداں کی نگاہ

تیرے خار وخس میں تابندہ ہے خونِ بے گناہ　　　آ رہی ہے ذرے ذرے سے صدائے لا الٰہ

کربلا تو آج بھی قائم ہے اپنی بات پر
مہراب بھی سجدہ کرتا ہے ترے ذرات پر

جوشؔ ملیح آبادی

حقیقت یہ ہے کہ اس امام عاشقاں نے ہمیں لا الہ کا صحیح مفہوم بتایا۔ یہ وہ کلمہ طیبہ ہے کہ جسے زبان پر جاری کر لینے کے بعد انسان کفر کی نجاست سے نکل کر پاک وطاہر ہوجاتا ہے اس کلمہ کے ادا کرنے سے پہلے اس کے ساتھ کھانا پینا اور معاشرت ناجائز ہے، لیکن جوں ہی یہ کلمہ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اسلام کی اس عالمگیر برادری کا ایک ایسا رکن بن جاتا ہے جس میں کالے گورے امیر غریب ادنیٰ واعلیٰ کا امتیاز باقی نہیں رہتا جہاں حقیقی بھائیوں کی طرح ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ یعنی اس کلمہ طیبہ سے اس کی گویا کایا پلٹ جاتی ہے۔ پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرمایا: قُوْلُوْا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو اور فلاح حاصل کرو'' حدیث قدسی میں ہے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا اس پر جنت واجب ہوگئی۔ مقام غور یہ ہے کہ کیا صرف زبان سے اقرار کرنا ہی کافی ہے یا اس کے ساتھ کچھ اور شرائط بھی ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا تھا ''بِشَرْطِهَا وَشُرُوْطِهَا'' (یعنی اس کے ساتھ کچھ شرطیں بھی ہیں)۔

چنانچہ جب حضور رسالتمآبؐ نے یہ کلمہ طیبہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اور انھیں قبول کرنے کی دعوت دی تو مومنین نے زبان سے اقرار کیا اور دل سے بھی اس کی تائید کی۔ منافقین نے بھی زبان سے اقرار کیا لیکن دل سے مخالفت کی۔ کفار مکہ نے اس کلمے کی سخت مزاحمت کی اگر محض زبان سے اقرار ہی کافی ہوتا تو ۳۶۰ خداؤں کے ماننے والے محمدؐ کے خدا کا بھی اقرار کر لیتے لیکن وہ خوب سمجھتے تھے کہ محض زبان سے اقرار کر لینا کافی نہیں۔ اس کلمے کا اقرار انھیں مجبور کردے گا کہ وہ سوائے اللہ کے کسی اور ہستی کی اطاعت نہ کریں۔ اب رسولؐ کے لائے ہوئے پیغام کا ایک ایک حرف واجب الاطاعت ہوجائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کی ذمہ داریاں قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

سرکار رسالت کی تمام عمر اسی آخر الذکر گروہ کے استیصال میں صرف ہوئی۔ اور آپ نے تمام عمر کفار سے جنگیں لڑیں۔ چنانچہ بدر واحد وخندق وغیرہ کے معرکے کفر واسلام کی جنگ کی ہی یادگار ہیں۔ آخر کار شیر خدا علی مرتضیٰؑ کی شمشیر باطل شکن نے جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کے سر پر جو ضرب کاری لگائی اس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کفر کو سرنگوں کردیا۔ چنانچہ زبان وحی ترجمان نے اس ضرب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ''علیؑ کی آج کی ضرب دو جہان کی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ یہی ضرب بقول رسالتمآبؐ کلِ ایمان کی طرف سے کلِ کفر کے سر پر تھی۔'' چنانچہ کفر کی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی اور اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ مگر آپ کو اتنا موقعہ نہ ملا کہ وہ فتنۂ منافقون کا بھی سدباب کرتے۔

رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے کبھی خاموش رہ کر اور کبھی تلوار کے ذریعہ سے منافقت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

حضرت امام حسنؑ نے صلح کے ذریعے سے منافقین کی اصلاح کی کوششیں کیں اس کے باوجود نفاق اندر ہی اندر بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ نفاق خلافتِ رسولؐ کا تاج پہن کر یزید کی شخصیت میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے کو دنیوی بادشاہ کے ساتھ ساتھ خلافتِ الٰہیہ کا بھی حقدار سمجھا۔ امام حسینؑ اسی موقع کی تاک میں تھے۔ وہ مجسمۂ نفاق کی بڑھتی ہوئی امنگوں اور پھیلتی ہوئی تمناؤں کو دیکھ رہے تھے۔ یزید کا مقصد یہ تھا کہ ایمان کی اس آخری شمع کو بھی گل کردیا جائے۔ اس کے برعکس امام حسینؑ یہ چاہتے تھے کہ یزید جو امیر المسلمین کا فرضی تاج پہنے ہوئے ہے ایسا بے نقاب کردیا جائے کہ آنے والی نسلیں ہر بادشاہِ وقت کو جائز خلیفہ سمجھ کر اس کی اطاعت میں فرامین الٰہی کو ترک نہ کردیں۔

چنانچہ امام حسینؑ نے ایک دور اندیش انسان کی طرح عین اس وقت جب کفر و نفاق کی تاریکیاں ہر چہار طرف چھا رہی تھیں ایک مختصر سا لشکر ترتیب دیا۔ واقعات بتاتے ہیں کہ امام حسینؑ نے نفاق سے آخری جنگ کرنے کے لئے کس قدر احتیاط سے اور پھونک پھونک کر قدم رکھا تا کہ دنیا روحانیت کی اس جنگ کو مادی جنگ نہ سمجھ لے۔

مادی جنگوں میں فتح سے ہمکنار ہونے کے لئے فوج، روپیہ اور رَسد کی ضرورت ہوتی ہے لیکن امام حسینؑ نے ان تینوں چیزوں سے کنارہ کشی کی۔ فوجی طاقت بڑھانے کے بجائے جناب مسلم بن عقیل کو سفیر بنا کر کوفے روانہ کر دیا جہاں انھیں نہایت بیدردی سے شہید کر دیا گیا۔ محمد حنفیہ کو جو کہ اشجع عرب تھے مدینے میں چھوڑا۔ جناب عباسؑ کو آخر دم تک جنگ کی اجازت نہ دی۔ اور بھیجا بھی تو اس لئے کہ وہ ننھے ننھے بچوں کے لئے پانی کی کوئی سبیل پیدا کریں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ جو اسلام کے زبردست مرکز تھے۔ کسی جگہ بھی لوگوں کو اپنی نصرت کی دعوت نہ دی۔ حالانکہ اگر مدینہ رسولؐ میں امام حسینؑ عامۃ المسلمین کو اپنی مدد کے لئے دعوت دیتے تو وہ صحابہ جنھوں نے امام حسینؑ کی فضیلت میں احادیث اپنے کانوں سے سنی تھیں اور ان سے خود رسولؐ کی محبت اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی ضرور آپ کی امداد کے لئے کھڑے ہو جاتے اور دس بیس ہزار کا لشکر جرار جمع ہو جاتا یا اگر آپ مکہ مکرمہ میں جہاں سے آپ حج سے صرف ایک دن پہلے نکلے تھے۔ اور جہاں موسم حج میں لاکھوں فرزندانِ توحید موجود تھے۔ اگر آپ وہاں صدائے استغاثہ بلند فرماتے تو کم از کم ایک لاکھ تلواریں آپ کی نصرت کے لئے آپ کے گرد جمع ہو جاتیں۔

جہاں تک مالی حالت کا تعلق ہے تو آپ نے دوسری محرم کو قبیلۂ بنی اسد سے ساٹھ ہزار درہم کی اپنی قبروں کے لئے زمین خرید کر کے اپنی رقم کا ایک معتد بہ حصہ خرچ کر دیا تھا۔

سامانِ رسد کا بھی کوئی خاطر خواہ انتظام نہ کیا، بلکہ اپنے جمع شدہ ذخیرۂ آب میں سے اپنے دشمن یعنی حر کی فوج کو سیراب کر کے یہ دکھا دیا کہ حسینؑ جس جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں وہ روحانیت کی جنگ ہے ؎

ملک گیری مقصدش بودے اگر   با چنیں ساماں چرا کردے سفر

حسینؑ تو دنیا کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ خدا کے بندے صرف خدا کا حکم مانتے ہیں وہ ایسے خودساختہ امیر المومنین کی اطاعت کو شرک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حسینؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ یزید نے دمشق میں قیدی سیدانیوں اور شہدائے کربلا کے سر دیکھ کر اپنے نفاق کا یہ کہہ کر اعلان کر دیا کہ (معاذ اللہ) محمدؐ نے تو ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ ان پر کوئی وحی نازل ہوئی تھی نہ جبرئیلؑ آئے تھے۔

یزید نے بزعم خود یہ سمجھ لیا تھا کہ اس نے حسینؑ کو شہید کر کے شمع ایمان ہی کو بجھا دیا۔ لیکن اسیرانِ آلِ عبّا نے بھرے دربار میں یزید کو بتایا کہ اس نے جو نفاق کی شمع اپنے فانوس دل میں جلائی تھی اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھ گئی اور ایمان و اسلام سرخرو ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندۂ جاوید ہو گیا ؎

قتل حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے

مادی نقطۂ نظر سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کربلا کے میدان میں یزید کو فتح ہوئی اور حسینؑ کو شکست ہوئی لیکن دنیا کی کسی زبان میں فتح کے معنی قتل کر دینا اور شکست کے معنی قتل ہو جانا نہیں پایا جاتا بلکہ اصلی فاتح وہ ہے جو اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور مفتوح وہ ہے جو اپنے

مقصد میں شکست کھا جائے۔ یزید کا مقصد تھا کہ قبل اسلام کی مادہ پرستی لوٹ آئے حسینؑ روحانیت کا سربلند رکھنا چاہتے تھے۔ یزید اسلامی امتیازات مٹانا چاہتا تھا اور حسینؑ اسلامی خصوصیات کی بقا قائم رکھنا چاہتے تھے۔

کربلا کی جنگ میں یہی وہ مقاصد تھے جنھیں حسینؑ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے تو علامہ اقبالؔ نے واضح الفاظ میں فرمایا:

تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید — از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت — سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت
بہرِ حق در خاک وخوں غلطیدہ است — پس بنائے لا الہ گردیدہ است

اور خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری نے ارشاد فرمایا:

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ — دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سرداد نداد دست، در دستِ یزید — حقّا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

❀❀❀

کارے کہ حسینؑ اختیارے کردی — در گلشنِ مصطفی بہارے کردی
از ہیچ پیمبرے نہ آمد ایں کار — واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی

''جو کام امام حسینؑ نے اختیار کیا اس سے رسولؐ کے گلشن میں بہار آگئی۔ سچ پوچھو تو کسی پیمبر نے ایسا کام نہ کیا، اے حسینؑ! آپ نے وہ کام کیا جسے حقیقت میں کام کہا جاسکتا ہے۔''

یزید نے امام مظلومؑ پر جو ظلم وستم ڈھائے اس کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ آپ کے عبرتناک انجام کو دیکھ کر پھر کسی کی ہمت نہ ہوگی کہ وہ بادشاہت کے خلاف لب کشائی کی ہمت وجرأت کرسکے گا۔ لیکن تین ہی دن بعد ابن زیاد کے بھرے دربار میں زید ابن ارقم نے جس بیباکی اور ہمت وجرأت کا مظاہرہ کیا وہ آج تک تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے اور پھر اسیرانِ کربلا نے برسرِ دربار فتح یزید کی وہ دھجیاں اڑائیں کہ آج تک ؎

''نام یزید داخلِ دشنام ہوگیا''

دنیا یہ سمجھتی ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد حسینی مشن کا کام ختم ہوگیا۔ لیکن نہیں، جب تک دنیا میں جابر بادشاہوں کا نظام قائم ہے جب تک ماسوا اللہ کے احکام کی اطاعت جاری ہے، جب تک حق وانصاف کا گلا گھونٹا جاتا ہے جب تک ظلم واستبداد کی ایک بھی رمق باقی ہے جب تک ملوکیت اور غلامی کے امتیازات قائم ہیں، جب تک مسلمانوں کی زبانوں پر پہرے پڑے ہیں، حسینؑ کا مشن زندہ ہے اور ان کے کارنامے مشعلِ ہدایت کا کام کرتے رہیں گے۔''

❀❀❀